بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ + عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
روزنامہ
الفضل
ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی
ربوہ
فون ۴۴۹
جلد ۷۳/۳۸ | منگل ۲۵ شوال المکرم ۱۴۰۴ھ ہجری ۲۴ وفا ۱۳۶۳ ہش ۲۴ جولائی ۱۹۸۴ء | نمبر ۱۶۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۴ وفا/جولائی۔ حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت کے بارے میں آج صبح کی اطلاع منظر ہے کہ:۔

عام طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے

احباب کرام خاص توجہ اور التزام کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضرت سیدہ ممدوحہ کو صحت کاملہ و عاجلہ سے نوازے اور برکتوں سے معمور طویل زندگی عطا فرمائے۔ آمین

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے اُسے دیا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو وہ یقیناً تمہیں تسلّی اور اطمینان دے گا

جب خدا تعالیٰ کسی کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی اس کی طرف جاتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ ابتلاؤں میں سے ہو کر گزرے:

"پس جہاں تک تم سے ہو سکتا ہے اس اقرار اور عہد (بیعت) کی رعایت کرو اور ہر قسم کے گناہوں سے بچتے رہو پھر اس اقرار پر قائم اور مضبوط رہنے کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو وہ یقیناً تمہیں تسلی اور اطمینان دے گا اور تمہیں ثابت قدم کرے گا۔ کیونکہ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے اسے دیا جاتا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ تم میں سے بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو میرے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی وجہ سے قسم قسم کے ابتلاء اور مشکلات پیش آئیں گے لیکن مَیں کیا کروں یہ ابتلاء نئے نہیں جب خدا تعالیٰ کسی کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی اس کی طرف جاتا ہے تو اس کے واسطے ضرور ہے کہ ابتلاؤں میں سے ہو کر گزرے۔ دنیا اور اس کے رشتے عارضی اور فانی ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے ساتھ تو ہمیشہ کیلئے معاملہ پڑتا ہے۔ پھر اس سے آدمی کیوں بگاڑے؟ دیکھو صحابہؓ کو کچھ تھوڑے ابتلاء پیش آئے تھے۔ ان کو اپنا وطن، مال و دولت، اپنے عزیز رشتہ دار سب چھوڑنے پڑے۔ لیکن انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں ان چیزوں کو مری ہوئی مکھی کے برابر بھی نہیں سمجھا۔ خدا تعالیٰ کو اپنے لئے کافی سمجھا۔ پر خدا تعالیٰ نے بھی ان کی کس قدر قدر کی۔ اس سے وہ خسارہ میں نہیں رہے بلکہ دنیا و آخرت میں انہوں نے وہ فائدہ پایا جو اس کے بغیر انہیں مل سکتا ہی نہیں تھا اس لئے اگر کوئی ابتلاء آوے تو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ابتلاء مومن کے ایمان کو مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ اس وقت روح میں عجز و نیاز اور دل میں ایک سوزش اور جلن پیدا ہوتی ہے جس سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کے آستانہ پر پانی کی طرح گداز ہو کر بہتا ہے ایمان کامل کا مزا ہم و غم ہی کے دنوں میں آتا ہے۔ اس وقت اپنے اعمال کی اصلاح کی فکر کرو خدا تعالیٰ سے اب تمہارا نیا معاملہ شروع ہوا ہے کیونکہ وہ پچھلے گناہ سچی توبہ کے بعد بخش دیتا ہے اور توبہ سے یہ مراد نہیں کہ انسان زبان سے یہ کہہ دے اور اعمال میں اس کا اثر ظاہر نہ ہو۔ نہیں۔ توبہ یہی ہے کہ بدیوں اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں کو قطعاً چھوڑ دے اور نیکیاں کرے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنی زندگی بسر کرے۔"

(ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۲۳۶، ۲۳۷)

کبھی کسی گناہ کو چھوٹا اور حقیر نہ سمجھو

قدرت ثانیہ کے مظہر اول سیدنا حضرت مولانا نور الدین نور اللہ مرقدہٗ نے خطبۂ عید الفطر فرمودہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء میں فرمایا:۔

"یاد رکھو کبھی کسی گناہ کو چھوٹا اور حقیر نہ سمجھو۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے انسان ایک خطرناک اور گھیر لینے والے گناہ میں گرفتار ہو جاتا ہے تمہیں معلوم نہیں یہ پہاڑ چھوٹے چھوٹے ذرات سے بنے ہیں۔ یہ عظیم الشان بڑ کا درخت ایک بہت ہی چھوٹے سے بیج سے بنا ہے۔ بڑے بڑے اجسام ان ہی باریک اجسام، ذرات سے بنے ہیں جو نظر بھی نہیں آتے۔ پھر گناہ کے بیج کو کیوں حقیر سمجھتے ہو؟ یاد رکھو چھوٹی چھوٹی بدیاں جمع ہو کر آخر پہاڑ ڈالتی ہیں۔ انسان جب چھوٹا سا گناہ کرتا ہے تو اس کے بعد اور گناہ کرتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی حد بندی کو توڑ کر نکل جاتا ہے جس کا نام کبیرہ گناہ ہوتا ہے اور پھر راستبازوں کے قتل کی جرأت کر بیٹھتا ہے۔

اسی طرح پر ادنیٰ سی نیکی اگر کرو تو اس سے ایک نور معرفت پیدا ہوتا ہے۔ نیکی اور بدی کی شناخت کا انحصار ہے قرآن شریف کے علم پر اور وہ منحصر ہے سچے تقویٰ اور سعی پر۔ چنانچہ فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ اور فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جب اللہ تعالیٰ میں ہو کر انسان مجاہدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی راہیں اس پر کھول دیتا ہے پھر سچے علوم سے معرفت نیکی اور بدی کی پیدا ہوتی ہے اور خدا کی عظمت و جبروت کا علم ہوتا ہے اور اس سے سچی خشیت پیدا ہوتی ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یہ خشیت بدیوں سے محفوظ

(باقی صفحہ ۸ پر)

پبلشر: مسعود احمد۔ پرنٹر: سید عبد الحی۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت: دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ۔ قیمت دو پیسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

۲۵ شوال ۱۴۰۴ھ

۲۴ وفا ۱۳۶۳ ہش

خدا کی نگاہ میں سخت ناپسندیدہ طرزِ عمل

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قول اور عمل میں باہم مطابقت پر بہت زور دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر قول اور عمل میں تضاد ہو تو دین کی لذت نمائی مفقود ہو کر رہ جاتی ہے اور زبانوں پر دین کا چرچا ہونے کے باوجود معاشرہ میں فساد رونما ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خبردار فرمایا کہ قول اور عمل میں تضاد اسے از حد ناپسند ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

(الصف آیات ۳، ۴)

یعنی اے مومنو! تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ خدا کے نزدیک اس بات کا دعویٰ کرنا جو تم کرتے نہیں بہت ناپسندیدہ ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ انسان کے لئے دوسرے کو دین کی طرف دعوت دینے سے پہلے خود اس پر عمل پیرا ہونا از حد ضروری ہے۔ دعوت الی اللہ کا حق اس وقت ہی ادا ہو سکتا ہے جب انسان زبان ہی نہیں بلکہ اپنے عملی نمونہ سے بھی لوگوں کو حق کی طرف بلائے۔ اگر انسان کا اپنا عملی نمونہ درست نہ ہو تو ایسے شخص کی بات اثر سے یکسر خالی ہوتی ہے۔ مخاطب جب اس کے قول کا اس کے فعل سے موازنہ کرتا ہے اور اس میں تضاد دیکھتا ہے تو وہ اس کی بات کو سرے سے کوئی وزن ہی نہیں دیتا۔ اور سنی ان سنی کر دیتا ہے بلکہ دین حق کے قریب آنے کی بجائے وہ اس سے اور بھی دور تر ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قول اور عمل میں تضاد کی مضرت سے ہی خبردار نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ قول اور عمل میں تضاد کیوں اور کب رونما ہوتا ہے۔ اس نے بتایا یہ ہے کہ تضاد کی یہ حالت اس وقت رونما ہوتی ہے جب وہ طبقہ جس پر لوگوں کی اصلاح کی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے۔ دنیا طلبی کے مرض میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ وہ خود تو دنیا کمانے میں منہمک رہتا ہے اور لوگوں کو دنیا سے بھاگنے اور آخرت سنوارنے کی تلقین کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ بھی دین کے ساتھ زبانی لگاؤ کو کافی سمجھ کر اس پر عمل سے لاپروا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اباحت کا دروازہ کھلتا ہے اور ایسا کھلتا ہے کہ پھر بند ہونے میں نہیں آتا۔

اس خرابی کی وجہ سے ہی بنی اسرائیل گمراہ ہوئے۔ ان کے علماء و مشائخ اپنے متبعین کو تو دین موسوی پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے لیکن خود ان کا اپنا عمل اس سے یکسر متضاد ہوتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت مسیح علیہ السلام مبعوث ہوئے انہوں نے یہود کے علماء و مشائخ کو اسی خرابی میں مبتلا پایا اسی لئے انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا:۔

"فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔ وہ ایسے بوجھ جن کا اٹھانا مشکل ہے باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر رکھتے ہیں مگر آپ ان کو اپنی انگلی سے بھی ہلانا نہیں چاہتے۔"

(متی باب ۲۳ آیات ۲ تا ۴)

قول اور عمل میں تضاد کی بیماری بنی اسرائیل میں اس قدر راسخ اور مزمن ہو چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں بطور عبرت اس کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے انہیں ان کی گمراہیاں ایک ایک کر کے یاد دلائیں اور اسی ضمن میں قول اور عمل میں تضاد کا بطور خاص ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

(البقرہ آیت ۴۵)

یعنی کیا تم دوسرے لوگوں کو تو نیکی کرنے کے لئے کہتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کر دیتے ہو حالانکہ تم کتاب (مراد تورات) پڑھتے ہو پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

وہی قوم جسے خدا تعالیٰ نے اپنے زمانہ میں تمام دوسری قوموں پر فضیلت دی تھی اور جس پر بڑے بڑے انعام کئے تھے جب قول اور عمل میں تضاد کا شکار ہونے کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہوتی چلی گئی اور نافرمانی میں حد سے بڑھ گئی تو اس پر حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی (المائدہ آیت ۷۹) اور اسے بندروں اور سوروں جیسے نجس جانوروں سے تشبیہ دے کر انہیں مورد غضب بنایا گیا (المائدہ آیت ۶۱)

الغرض قول اور عمل میں تضاد انتہائی خطرناک برائی ہے۔ اس برائی میں ملوث ہونے کے بعد بنی اسرائیل کی ساری فضیلت خاک میں ملے بغیر نہ رہی اور وہ مغضوب علیہ قرار دیئے گئے۔ اسی لئے سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ہمیں اس برائی سے بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے یہ امر ذہن نشین کرایا ہے کہ اپنے نفس کو فراموش کر کے دوسروں کے عیوب کو اجاگر کرنا ہلاکت کی راہ ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"جس کے اخلاق اچھے نہیں ہیں مجھے اس کے ایمان کا خطرہ ہے۔ کیونکہ اس میں تکبر کی ایک جڑ ہے۔ اگر خدا راضی نہ ہو تو گویا یہ برباد ہو گیا۔ پس جب اس کی اپنی اخلاقی حالت کا یہ حال ہے تو اسے دوسرے کو کہنے (اور نصیحت کرنے) کا کیا حق ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ اس کا یہی مطلب ہے کہ اپنے نفس کو فراموش کر کے دوسرے کے عیوب کو نہ دیکھتا رہے بلکہ چاہیئے کہ اپنے عیوب کو دیکھے۔ چونکہ وہ خود تو پابند ان امور کا نہیں ہوتا اس لئے آخر کار لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اخلاص اور محبت سے کسی کو نصیحت کرنا بہت مشکل ہے لیکن بعض وقت نصیحت کرنے میں بھی ایک پوشیدہ بغض اور کبر ملا ہوا ہوتا ہے۔ اگر خالص محبت سے وہ نصیحت کرتے ہوتے تو خدا ان کو (بنی اسرائیل کو) اس آیت کے نیچے نہ لاتا۔ بڑا سعید وہ ہے جو اول اپنے عیوب کو دیکھے۔ ان کا پتہ اس وقت لگتا ہے جب ہمیشہ (اپنا) امتحان لیتا رہے۔"

(البدر جلد ۳ نمبر ۱۱ مورخہ ۸ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۷)

قطعہ:۔

ہماری دسترس

ہمیں تیغ و تبر سے واسطہ کیا
ہماری دسترس ہے بجز دعا کیا
توکل بر خدا ہم منتظر ہیں
کہ ہوتا ہے خدا کا فیصلہ کیا

(سعید احمد اعجاز)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیدنا حضرت فضلِ عمر نور اللہ مرقدہ کی کتاب کا خلاصہ حضور ہی کے الفاظ میں

تقدیرِ الٰہی

ذیل میں قدرت ثانیہ کے مظہر ثانی سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نور اللہ مرقدہٗ کی معرکہ آراء کتاب تقدیرِ الٰہی میں سے اقتباسات پیشِ خدمت ہیں - یہ اقتباسات اس انداز سے نکالے گئے ہیں کہ اس کتاب کا خلاصہ حضور ہی کے الفاظ میں آجائے - تاہم کامل استفادہ تبھی ہو سکتا ہے جب پوری کتاب پڑھی جائے - اس میں تمام حوالے اس کتاب کے ہیں

(مرتب: مکرم مرزا خلیل احمد صاحب قمر - وقفِ جدید - ربوہ)

(قسط آخر)

تقدیر کے ٹلنے کا پیشگوئیوں سے تعلق

چونکہ پیشگوئیوں سے نبوت کی صداقت کا بہت بڑا تعلق ہوتا ہے اور ان کے ٹلنے سے دشمنانِ انبیاء کو شور کا موقعہ ملتا ہے اور پیشگوئیاں مسئلہ تقدیر کی ہی ایک شاخ ہیں - اس لیے میں بتاتا ہوں کہ تقدیر اور پیشگوئیوں کا کیا تعلق ہے ؟ -

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ پیشگوئیاں دو طرح کی ہوتی ہیں - ایک علم ازلی کے اظہار کے لیے اور ایک قدرت کے اظہار کے لیے .....

جو پیشگوئیاں کہ علم ازلی کے ماتحت ہوتی ہیں وہ کبھی نہیں ٹلتیں - کیونکہ اگر وہ ٹل جائیں تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ خدا کا علم ناقص ہو گیا - لیکن وہ پیشگوئیاں جو خدا تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں وہ کبھی ٹل بھی جاتی ہیں - اور جو پیشگوئیاں ٹلتی ہیں وہ وہی ہوتی ہیں جو خدا تعالیٰ کی صفتِ قدیر کے ماتحت ہوتی ہیں اور جو صفتِ علیم کے ماتحت ہوتی ہیں وہ کبھی نہیں ٹلتیں - (ص: ۷۸ - ۸۰)

پیشگوئیاں کیوں ٹلتی ہیں ؟

جو پیشگوئیاں ٹلتی ہیں ان کی کئی قسمیں ہیں

۱- یہ کہ جن حالات میں سے انسان گزر رہا ہے اُن کے نتیجہ سے انسان کو اطلاع دی جاتی ہے .....

۲- دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان کے روحانی یا اخلاقی حالات کے ماتحت جو تقدیرِ خاص جاری ہوئی ہو اس سے اطلاع دے دی جاتی ہے -

۳- تقدیرِ مبرم یعنی اٹل تقدیر سے اطلاع دیجاتی ہے

ان تینوں صورتوں میں سے اوّل الذکر اور ثانی الذکر تو کثرت سے بدل جاتی ہیں - لیکن آخری تقدیر نہیں بدلتی - ہاں کبھی کبھی خاص حالات میں وہ بھی بدل جاتی ہے .... (ص ۸۱)

کیا تقدیر کے ٹلنے سے کوئی نقص تو واقع نہیں ہوتا

اب سوال ہوتا ہے کہ تقدیر کے ٹلنے سے خدا کی شان میں فرق نہیں آتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں آتا - کیونکہ تقدیر کے ٹلنے میں کئی ایک فوائد ہیں -

اوّل تقدیر کے بتلانے اور پھر اسکو ٹلانے سے اللہ تعالیٰ کی شفقت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ جب وہ ایک آنے والی مصیبت کا اظہار بندہ پر کرتا ہے تو اس سے بندہ ہوشیار ہو جاتا ہے اور اپنے بچاؤ کے سامان کر لیتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے احسان سے اس مصیبت سے بچ جاتا ہے .....

تقدیرِ خاص کے ٹلانے میں کہ جو تقدیرِ عام کے نتیجہ میں نازل نہیں ہوتی بلکہ روحانی حالت کے تغیر پر اس کا نزول ہوتا ہے ایک اور فائدہ بھی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے اگر غور کیا جائے تو تقدیرِ خاص کو ٹلانے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کا اظہار ہی نہیں ہوتا ...

شاید اس جگہ کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو - کہ اگر اس طرح پیشگوئیاں بدل جاویں تو ان کی سچائی کا کیا ثبوت ہو - پھر کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ یہ سب ڈھکوسلا ہے اس کا جواب یہ ہے -

اوّل تو پیشگوئیاں مخفی اسباب پر دلالت کرتی ہیں یعنی ان میں ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں جن کے اسباب ظاہر میں موجود نہیں ہوتے اور قیاس اور ظن انہی باتوں میں چلتا ہے جن کے اسباب ظاہر ہوں ...

دوسرا جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ انذاری پیشگوئیاں تو اکثر دشمنوں کے لیے ہوتی ہیں اور دشمن بالعموم ضدی اور اپنے خصم پر تمسخر اڑانے والا ہوتا ہے اور اس کے قبل از وقت ڈرانے سے بہت کم فائدہ اٹھاتا ہے ایسے تو بہت ہی کم ہوتے ہیں جو انذار سے فائدہ اٹھائیں اور ان پر سے عذاب ٹل جائے .....

تیسرے تقدیرِ خاص کے ماتحت جو خبریں دی جاتی ہیں اور انہی کے متعلق مخالفوں کو زیادہ شبہ پڑتا ہے یہ طبعی امور کے نتیجہ میں نہیں ہوتیں بلکہ روحانی امور کے نتیجہ میں ہوتی ہیں مثلاً لیکھرام کے متعلق جو خبر دی گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی سزا میں وہ قتل کیا جائے گا - یا آتھم کی نسبت کہ وہ آپؐ کی گستاخی کی سزا میں ہاویہ میں گرایا جائیگا یا احمد بیگ اور اس کے داماد کے متعلق کہ وہ مر جائیں گے تو یہ سزائیں کسی طبعی امر کے نتیجہ میں نہیں تھیں اگر لیکھرام نے کوئی قتل کیا ہوا ہوتا اور کہا جاتا کہ وہ قتل کیا جائے گا تب اور بات تھی یا اسی طرح آتھم اور احمد بیگ کے متعلق کوئی ایسی سزا تجویز کی جاتی جو طبعی امور کا نتیجہ ہوتی تب اعتراض ہو سکتا تھا مگر جن جرموں کے بدلہ میں سزائیں مقرر کی گئی ہیں وہ روحانی ہیں ..

..... (ص: ۸۷ تا ۸۹)

مسئلہ تقدیر کے متعلق بعض شبہات کا ازالہ

اب میں ایک خاص شبہ بیان کرتا ہوں جو تقدیر کے متعلق تعلیم یافتہ طبقہ میں پھیلا ہوا ہے - آج کل جہاں لوگوں میں تحقیقات کا مادہ بڑھ گیا ہے وہاں وہ ہر ایک کام کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کیوں ہوا ..... ان لوگوں کے سامنے اگر بیان کیا جائے کہ بارش کے لیے دعا کی گئی تھی - اور بادل آگیا تو وہ اس پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ دعا تو اس وقت کی گئی تھی اور بادل اس سے کئی دن پہلے بن کر چلا ہوا تھا - پھر اس کا اُنا دعا کے اثر سے کس طرح ہوا ؟ اس قسم کے اعتراضات آج کل کیے جاتے ہیں ..... خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے اسے معلوم تھا کہ فلاں وقت میرا بندہ بادل کے لیے دعا کرے گا اس لیے اس نے شروع پیدائش سے ایسے حکم دے چھوڑے تھے کہ اس وقت ایسے سامان پیدا ہو جاویں کہ اس بندہ کی خواہش پوری ہو جائے پس اس بارش کا ہونا ایک تقدیرِ خاص کا نتیجہ تھا جو تقدیرِ عام کے پردہ میں ظاہر ہوئی -

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس طرح معلوم ہوا کہ اس کی محرک تقدیر تھی اور اس کی وجہ عام اسبابِ قدرت نہ تھے - اس بات کے معلوم کرنے کے لیے یہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا ایسے متواتر واقعات ہوتے ہیں جن کی نظیر دنیا کے عام قاعدہ میں نظر نہیں آتی اور اس کی وجہ سے انہیں اتفاق نہیں کہا جا سکتا - اگر یہ ثابت ہو جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے متعلق خاص تقدیر جاری ہوئی تھی -

(ص: ۱۰۰ تا ۱۰۲)

مسئلہ تقدیر کے غلط سمجھنے کے نقصان

اب میں نہایت افسوس سے ان نقصانات کا اظہار کرتا ہوں جو لوگ اس مسئلہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اٹھا رہے ہیں تقدیر دراصل ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی چیز تھی کہ انسانوں کو زندہ کرنے والی تھی مگر افسوس اس کی قدر نہیں جانی گئی -

۱- ایک استعمال تو اس کا یہ ہوتا ہے کہ اپنی ندامت اور شرمندگی کے مٹانے کے لیے تقدیر کو آڑ بنا لیتے ہیں .....

۲- پھر اظہارِ مایوسی کے وقت بھی قسمت کو یاد کر لیتے ہیں .....

۳- یہ بغیر کسی کام کے لیے کوشش کرنے کے یہ کہہ کر اپنی سستی پر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ اگر قسمت ہوئی تو مل کر رہے گا - اور نادان نہیں سوچتے کہ تم کب اس قابل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو بدل کر ایک خاص تقدیر جاری کرے گا اور تمہارے لیے رزق مہیا کرے گا ....

۴- پھر گالی کے طور پر تقدیر کو استعمال کرتے ہیں یعنی جس کو گالی دینی ہو اسے کہتے ہیں چل بدقسمت گویا جس طرح اور بُرے الفاظ ہیں اس طرح قسمت کا لفظ ہے - اور ان کے نزدیک خدا کی اس نعمت کا استعمال یہ ہے .....

۵- پھر اس کا ایک استعمال خدا کو گالیاں دینے کے لیے ہوتا ہے - خدا نے تو تقدیر اس لیے بنائی ہے کہ خدا سے انسان کا تعلق مضبوط ہو مگر وہ اس کا الٹا استعمال کرتے ہیں اگر بعض لوگوں کے گھروں میں کوئی موت ہو جائے مثلاً کوئی بچہ مر جاوے تو کہتا ہے کہ "رہا تیرا پُتر مردا تے تینوں پتہ لگدا" یعنی اے خدا تیرا لڑکا مرتا تو تجھے پتہ لگتا معلوم ہوتا کہ اس کا کس قدر صدمہ ہوتا ہے ....

(ص: ۱۰۲ تا ۱۰۶)

ایمان بالقدر کی ضرورت

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ ایمان بالقدر کی ضرورت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا ہے؟ میں نے بتایا ہے کہ قدر نام ہے صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کا اور جب تک کوئی انسان اس پر ایمان نہیں لاتا اس کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس تقدیر ایمان کی تقویت اور تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اگر یہ مسئلہ نہ ہوتا تو پہلا نقص یہ ہوتا کہ ایمان نامکمل رہ جاتا (ص ۱۰۷)

اگر تقدیر الٰہی جاری نہ ہوتی تو کیا نقصان ہوتا

اگر تقدیر نہ ہوتی تو پہلا نقصان یہ ہوتا کہ انسان نہ دین میں سکھ پا سکتا نہ دنیا میں۔ میں نے بتایا ہے کہ ایک تقدیر یہ ہے کہ آگ جلائے پانی پیاس بجھائے۔ یعنی وہ احکام جن کے ذریعہ سے خواص الاشیاء مقرر کیے گئے ہیں اسی قاعدہ سے فائدہ اٹھا کر دنیا اپنا کاروبار کر رہی ہے ..... یہ جس قدر کارخانۂ عالم چل رہا ہے اس کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ مسئلہ تقدیر ہے۔ خدا تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے کہ میٹھا میٹھے کا مزا دے کھٹا کھٹے کا مزا دے۔ آگ سے کھانا پکے۔ روٹی سے پیٹ بھرے وغیرہ وغیرہ اور لوگوں نے اس کا تجربہ کر لیا ہے پس وہ ان باتوں کے لیے روپیہ صرف کرتے ہیں۔ محنت برداشت کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ دنیا کا جتنا کاروبار اور جتنی ترقیاں ہیں وہ سب تقدیر کے مقرر ہونے کی وجہ سے ہیں اگر یہ نہ ہوتی تو دنیا ہی نہ ہوتی اور اس کا کارخانہ نہ چل سکتا پس انسان کی زندگی تقدیر کے ساتھ قائم ہے۔

(ص: ۱۰۷ - ۱۰۹)

تقدیر خاص کے نہ ہونیکے نقصان

جس طرح تقدیر عام سے دنیا کا قیام اور اس کی ترقی وابستہ ہے اسی طرح روحانیت کا قیام اور اس کی ترقی تقدیر خاص سے وابستہ ہے اور جس طرح اگر تقدیر عام نہ ہوتی تو دنیا باطل ہوتی اسی طرح اگر تقدیر خاص نہ ہوتی تو روحانیت باطل ہو جاتی۔

۱- اس کا پہلا نقصان تو یہ ہے کہ اس کے بغیر انسان خدا پر ایمان نہیں لا سکتا۔ اس لیے کہ خدا پر ایمان لانے کی بڑی سے بڑی دلیل یہ دنیا کا کارخانہ ہے ..... حضرت صاحب نے تو یہ لکھا ہے کہ الہام سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا ہے۔ مگر تم کہتے ہو کہ تقدیر سے اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اصل میں دونوں باتیں صحیح ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ یہ بات کہ خدا ہے اسی الہام سے ثابت ہوتی ہے جس میں تقدیر کو ظاہر کیا جاتا ہے .....

۲- پس اگر تقدیر نہ ہو تو خدا تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں رہتا اور اگر ایمان خدا پر کسی طرح حاصل ہو جائے تو تقدیر کے بغیر محبت اور اخلاص نہیں پیدا ہو سکتا ..... خدا تعالیٰ سے محبت اور اخلاص ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے انسان کا ذاتی طور پر تعلق ہو۔ اور وہ تعلق تقدیر کے ذریعہ قائم ہو سکتا ہے۔

۳- تیسرا نقصان اگر تقدیر نہ ہوتی تو یہ ہوتا کہ تقریباً سارے انسانوں کی نجات نہ ہو سکتی۔ اس لیے کہ اکثر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ابتداء میں گناہ کرتے ہیں اور جب انہیں سمجھ آتی ہے تو ان کو چھوڑ دیتے ہیں اب اگر تقدیر نہ ہوتی اور تدبیر ہوتی تو یہی ہوتا کہ جو کچھ انسان کر چکا ہوتا اسی کے مطابق اسے بدلہ ملتا ..... اس موقعہ پر تقدیر کام کرتی ہے اور یہ کہ خدا کی تقدیر ہے کہ اگر بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو ان کو مٹا دیا جائے گا۔ (ص: ۱۱۰ تا ۱۱۳)

تقدیر خاص کی اہمیت اور ضرورت

اب ایک اور بات بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ تقدیر خاص کی اہمیت اور ضرورت کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے تقدیر رکھی ہے۔ اور بندہ کا کام ہے کہ اس کے ماتحت کام کرے مگر یہ ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات عام تقدیر کام نہ آ سکے ..... تو جہاں اسباب کام نہیں دیتے اور ایسے موقع پیش آتے ہیں اور اس وقت اگر ہلاکت سے بچنے کا کوئی ذریعہ ہے تو تقدیر خاص یہی ہے پس اگر تقدیر خاص نہ ہوتی تو یہ نقصان ہوتے کہ

۱- ایمان باللہ حاصل نہ ہو سکتا۔

۲- خدا تعالیٰ کے ساتھ بندہ کے تعلقات مضبوط نہ ہو سکتے۔

۳- توبہ کر کے گناہوں سے بچنے کا موقع نہ ملتا۔

۴- ایسے مواقع پر جس میں اسباب نہیں مہیا ہو سکتے ان میں انسان ہلاکت سے نہ بچ سکتا۔ (ص: ۱۱۴ تا ۱۱۶)

تقدیر نہ ہونے کا ایک اور نقصان

پھر یہ کہ اگر تقدیر نہ ہوتی تو ساری دنیا شرک میں مبتلا ہو جاتی وجہ یہ کہ ایسے نبی جو شریعت لاتے ہیں اور اپنی جماعتیں قائم کرتے ہیں وہ سارے ایسی حالت میں آتے کہ ان کے پاس سامان کچھ نہ ہوتے انبیاء کے دشمن طاقتور ہوتے ہیں ان کے پاس سامان ہوتے ہیں مگر خدا تعالیٰ تقدیر خاص کو نازل کر کے ان کی مدد کرتا ہے اور انہیں کامیابی حاصل ہوتی ہے ورنہ وہ زندہ نہ رہ سکتے اور دنیا سے شرک کو نہ مٹا سکتے۔ (ص ۱۱۶ تا ۱۱۸)

تقدیر پر ایمان لانے سے روحانیت کے سات درجے طے ہوتے ہیں

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ تقدیر پر ایمان لانے کے کیا فائدے ہیں:۔

درجہ اوّل:۔ پہلا فائدہ تو عام تقدیر کے ماتحت یہ ہے کہ دنیاوی ترقیات حاصل ہوتی ہیں اگر تقدیر پر ایمان نہ لایا جاوے تو کوئی کام چل ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ تمام کارخانۂ عالم اسی بناء پر چل رہا ہے کہ انسان قدرت کے بعض قواعد پر ایمان لے آتا ہے ..... اسی طرح جب لوگ شریعت کے احکام پر چلنے کے نیک نتائج دیکھتے ہیں تو ان کو بھی ان پر عمل کرنے کی جرأت اور جوش پیدا ہوتا ہے ..... محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں نے کیوں مانا اسی لیے کہ انہوں نے دیکھا کہ آپؐ کی تعلیم پر عمل کر کے انسان کی روحانی اور اخلاقی حالت کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت آپؐ کے ماننے والوں کے شاملِ حال ہوتی ہے پس ان کے دل میں بھی تحریک ہوئی کہ ہم بھی اس تقدیر سے فائدہ اٹھائیں اور خدا تعالیٰ کے فضل کو اپنے لیے اور اپنے اہل و عیال کے لیے جذب کریں۔

درجہ دوم:۔ پس تقدیر عام شرعی کے ماتحت دوسروں کے لیے ایک مثال قائم ہوتی اور وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ کرتے ہیں تب ان کے لیے تقدیر خاص جاری ہوتی ہے اور اس کے ماتحت وہ اور بھی زیادہ ترقی کرتے ہیں۔ اور درجہ دوم میں داخل ہو جاتے ہیں یعنی تقدیر پر ایمان ان کو مقام صبر اور رضا تک پہنچا دیتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ابتلاؤں میں ڈالنے کی سنت رکھی ہوئی ہے جب وہ ایمان لاتے ہیں۔ تو انہیں ابتلاؤں میں ڈالا جاتا ہے ..... جن میں صبر دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے تو مقام رضا اور صبر جو روحانیت کا ایک درجہ ہے وہ ایمان بالتقدیر سے ہی پیدا ہوتا ہے .....

درجہ سوم:۔ تیسرا مرتبہ تقدیر پر ایمان لانے کا جنت اعلیٰ ہے اور وہ توکل ہے توکل کے معنے اپنے آپ کو سپرد کر دینے کے ہیں اور توکل کی دو قسمیں ہیں۔

۱- ایک توکل ایسا ہے کہ اس کے لیے تقدیر خاص کے اظہار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انسان اسباب سے کام بھی لیتا ہے اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے کہ وہ اس کی محنت کو رائیگاں نہ کرے گا.....

۲- دوسری قسم توکل کی یہ ہے کہ انسان اسباب کو بھی ترک کر دیتا ہے مگر یہ توکل اعمالِ شریعت کے متعلق نہیں ہوتا۔ ..... غرض توکل کا مقام یہ ہے کہ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا کہ وہ جس طرح چاہے اپنی تقدیر خاص بندہ کے متعلق جاری کرے۔ لیکن یہ توکل اعمال شریعت کے متعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ اعمال دنیا کے متعلق ہوتا ہے ..... پس تقدیر پر ایمان لانا توکل کا درجہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دین کی خدمت میں ایسا لطف پاتا ہے کہ اپنی دنیاوی محبتیں کم کر دیتا ہے اور اپنے دنیاوی کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے ..... توکل کے اس درجہ سے اوپر ایک اور درجہ ہے جس میں انسان اسبابِ معیشت کے حصول کے لیے محنت کرنا بالکل ہی چھوڑ دیتا ہے اور اپنا سارا وقت اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر دیتا ہے اور دنیا سے بکلی انقطاع کر لیتا ہے اور اس سے بھی اوپر ایک اور درجہ ہے کہ انسان اس درجہ میں بعض اوقات حوائج ضروریہ کا پورا کرنا ترک کر دیتا ہے۔ ..... یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا ..... ایسے لوگوں کا خدا تعالیٰ متکفل ہو جاتا ہے اور اس مرتبہ کا نام مقام فنا ہے .....

درجہ چہارم:۔ اس کے بعد تقدیر پر ایمان انسان کو اور اوپر لے جاتا ہے اور وہ درجہ عبد پر پہنچ جاتا ہے۔ اس درجہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پرانا شرابی اس قدر شراب کا عادی ہو جاتا ہے کہ بوتلوں کی بوتلیں انڈیل جاتا ہے مگر اسے نشہ نہیں آتا۔ اس درجہ پر پہنچنے والا انسان بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب اس قدر پیتا ہے کہ اب وہ اس کا عادی ہو جاتا ہے اور اس حالت سے اوپر آ جاتا ہے جو اسے پچھلے درجہ میں حاصل ہوئی تھی۔ اور اب یہ اس درجہ فنا سے جس پر پہلے تھا اوپر جاتا ہے اور بے خودی کا رنگ جاتا رہتا ہے بلکہ حواس تیز ہو جاتے ہیں اور یہ اپنے آپ کو عبودیت کے مقام پر کھڑا پاتا ہے .....

درجہ پنجم:۔ پھر اس کے آگے بندہ اور ترقی کرتا ہے اور اپنی عبودیت کا جب مطالعہ کر چکتا ہے اور اپنے اوپر تقدیر عام جاری کرتے کرتے وہ اپنے نفس کی کمزوریوں کو خوب محسوس کر لیتا ہے تو وہ کہہ کر اٹھتا ہے کہ خدا نے آخر تقدیر خاص کیوں جاری کی؟ اس لئے کہ میں اس کا عبد ہوں اور مجھ میں کمزوریاں ہیں۔ پس اس سے کام نہ لینا بھی ناشکری ہے اور اس پر وہ خاص تقدیر سے کام لینا شروع کرتا ہے یعنی دعا سے کام لیتا ہے اور یہ مقام مقام دعا کہلاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر وہ خدا سے دعا مانگتا ہے۔ جب کوئی روک اس کے سامنے آتی ہے تو کہتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تقدیر خاص اسی لئے رکھی ہے کہ میں ایسے مواقع پر اس سے کام لوں پھر اس سے آگے انسان چلتا ہے مگر جوں جوں انسان آگے چلتا ہے اسی عبد کے مختلف مقامات پر پہنچتا ہے اس سے اوپر اور کوئی درجہ نہیں بلکہ بڑے سے بڑا درجہ بھی عبد کے درجہ کی کوئی شان ہی ہے اس سے علیحدہ نہیں تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عبد ہی کہتا ہے اور سب واقفانِ اسرارِ شریعت کا اتفاق ہے کہ سب سے بڑا درجہ روحانی ترقی میں عبد ہونے کا ہی ہے.....

درجۂ ششم۔ تقدیر پر ایمان جب اور زیادہ ترقی کرتا ہے تو انسان اس درجہ سے بھی اوپر ترقی کرتا ہے اور دعاؤں کی قبولیت کا نظارہ دیکھ کر خدا کے اور قریب ہونا چاہتا ہے اور اس کے لئے کوشش کرتا ہے۔ آخر یہ ہوتا ہے کہ اس کی کوشش ہو یا نہ ہو اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی تقدیر جاری رہتی ہے۔ اور اس کو اللہ تعالےٰ سے ایک رنگ وحدت کا پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی مقام کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے ہاتھ کان آنکھ پاؤں بن جاتا ہوں۔ یعنی اس مقام پر جو کام بھی یہ بندہ کرتا ہے وہ خدا تعالےٰ کا ہی کام ہوتا ہے اور یہ کلی طور پر پاک ہو جاتا ہے اس مقام کا اعلان سوائے اللہ تعالےٰ کے حکم کے کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ مقام اور ہوتے ہیں اور حال اور ہوتا ہے۔ ہر مومن خدا تعالےٰ کا عبد ہوتا ہے۔ وہ توکل بھی کرتا ہے دعا بھی کرتا ہے۔ مگر ہر مومن پر ان باتوں کی ایک ایک آن آتی ہے اور وہ حال کہلاتا ہے اور مقام یہ ہوتا ہے کہ اکثر اوقات میں انسان اس پر قائم رہتا ہے..... پس تقدیر خاص جاری کرنے کی ایک بھی وجہ ہے کہ انسان عبودیت کے اس مقام پر پہنچ جائے کہ خدا تم میں اور اس میں وحدت پیدا ہو جائے اور وہ گو عبد ہی رہے مگر اللہ تعالےٰ کی صفات کا مظہر ہو جائے۔ مگر یہی مقام نہیں بلکہ اس سے آگے ایک ایسا مقام ہے کہ جس کو دیکھ کر انسان کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور وہ نبوت کا مقام ہے.....

درجۂ ہفتم۔ پہلا یعنی چھٹا مقام تو یہ تھا کہ جو خدا کو نہ دیکھے وہ اس شخص کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور دوسرا یعنی ساتواں یہ ہے کہ جو اس مقام پر کھڑے ہونے والے انسان کو نہ دیکھے وہ خدا کو نہیں دیکھ سکتا یعنی پہلے مقام کے متعلق تو ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی اس مقام پر کھڑے ہونے والے شخص کو شناخت نہ کرے مگر خدا کو کر لے..... لیکن دوسرا مقام ایسا ہے کہ جو شخص اس پر کھڑے ہونے والے شخص کو شناخت نہیں کر سکتا وہ خدا کو بھی شناخت نہیں کر سکتا اور اس کا نام کفر ہے۔ کیونکہ جب یہ خدا کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتے ہیں تو جہاں یہ جائیں گے وہیں خدا جائے گا اور جو ان کو نہیں دیکھتا یقینی ہے کہ وہ خدا کو بھی نہ دیکھ سکے اور جو خدا تعالےٰ کو نہیں دیکھتا وہ کافر ہے۔

یہ مقام حال کے طور پر تو اور لوگوں پر بھی آتا ہے مگر مقام کے طور پر کسی نبی کے بغیر اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اور اس میں تقدیر ایسے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے کہ اسکو سمجھنا ہر انسان کا کام نہیں ہے۔ ہاں اہل علم لوگ شناخت کر لیتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچے ہوئے انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ خدا ہی کا رنگ اس میں آ جاتا ہے اور یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب تقدیر حقیقی طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود خدا تعالےٰ کے وجود میں مخفی ہو گیا تھا۔ پس آپؐ کا ہر ایک فعل درحقیقت خدا تعالےٰ کی طرف سے تھا.....

اب میں تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد بھی بیان کر چکا ہوں اور ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ مسئلہ روحانیت کو کامل کرنے کے لئے کس قدر ضروری ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس کے ماننے کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ یہ ہے وہ مسئلہ تقدیر جس سے عام لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ توفیق عنایت فرمائے کہ ہم اسکو صحیح طور پر سمجھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ آمین

(۱۳۶-۱۱۸)

درخواست ہائے دعا

- برادرم محمود ناصر ثاقب متعلم جامعہ احمدیہ کی والدہ شدید بیمار ہیں اور سی ایم ایچ کاریاں میں بغرض علاج داخل ہیں۔
(مبشر احمد بازار۔ جامعہ احمدیہ ربوہ)
- خاکسار کے ماموں اور ممانی بیمار ہیں۔
(عبدالرشید تبسم۔ کارکن وقف جدید)
- عزیزم محمد نواز بی ایس سی کا امتحان دے رہا ہے۔ (محمد خاں اشرف اکرم ہسپتالی بھلوال ضلع سرگودھا)
- عزیزم لقمان نصیر بعارضہ ٹائیفائیڈ بیمار ہے نیز دائیں ٹانگ پر پھوڑا نکلنے کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہے۔ اسی طرح میرے بڑے بیٹے عزیزم سلطان نصیر کے بازو کی ہڈی گرنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔
(حکیم نصیر احمد تنویر۔ ساجد دواخانہ ربوہ)
- خاکسار کے والد مکرم چوہدری محمد اعظم صاحب بعض مقدمات کی وجہ سے ابھی تک مشکلات اور پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں
(مبارکہ اعظم۔ سمبڑیال)
- میری والدہ امۃ الغفور صاحبہ اہلیہ مکرم شبیر احمد صاحب کا پیٹ کا آپریشن مشن ہسپتال فیصل آباد میں ہوا ہے۔ (خیر محمد پاشا۔ ربوہ)

حقیقی قربانی

کہتے ہیں کہ کوئی پوربیا مر گیا۔ وہ آسودہ حال تھا اور روپیہ کا استعمال صحیح طور پر کرتا تھا۔ کہیں تجارتوں میں اس نے اپنا روپیہ لگایا ہوا تھا کہیں سود پر روپیہ دیا ہوا تھا۔ کہیں قرض دیا ہوا تھا۔ اس کی وفات کے بعد پوربیوں کے دستور کے مطابق ماتم شروع ہوا۔ پوربیوں میں دستور ہے کہ تمام پوربی جمع ہو جاتے ہیں اور عورت بین ڈالنا شروع کرتی ہے جس میں وہ اپنی مشکلات کا ذکر کرتی ہے اور قوم ان مشکلات کا جواب دیتی ہے۔ گویا وہ ایک قسم کا مشورہ ہو رہا ہوتا ہے وہ اپنے حالات کا ذکر کرتی جاتی ہے اور قوم اسے جواب دیتی جاتی ہے۔ اس طرح سب لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آئندہ یہ بیوہ اور بچے کس طرح زندگی بسر کریں گے اسی رواج کے مطابق اس پوربی عورت نے بین ڈالنے شروع کئے کہ ہائے میرے خاوند کے اتنے روپے فلاں کے ذمے تھے اب وہ روپیہ کون وصول کرے گا۔ اس پر ایک پوربیا آگے بڑھا اور اس نے کہا۔ ہم رے ہم۔ پھر اس نے بین ڈالا۔ اور کہا۔ اتنا روپیہ اس نے تجارت پر لگایا ہوا تھا اب کون اس روپیہ کو لے گا۔ اس پر وہ پھر کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ہم رے ہم۔ پھر اس نے روتے ہوئے کہا کہ فلاں شخص کو اس نے اتنا روپیہ سود پر دیا ہوا تھا اب کون اس سے روپیہ وصول کرے گا۔ اس پر وہ پھر بول اٹھا کہ ہم رے ہم۔ غرض جتنی وصولیاں تھیں وہ اس نے بیان کرنی شروع کر دیں اور ہر وصولی کے ذکر پر وہ پوربیا فوراً جواب دیتا کہ ہم رے ہم۔ اس کے بعد اس نے ذمہ داریاں بیان کرنی شروع کیں اور کہا کہ اس نے فلاں کا اتنا روپیہ قرض دینا تھا اب وہ کون دے گا۔ اس پر وہ پوربیا اپنی قوم کے دوسرے افراد کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ ارے یوں ہی جواب دیتا جاؤں یا کوئی اور بھی بولے گا۔

گویا جب تک وصولیوں کا ذکر تھا وہ ہر وصولی کے ذکر پر آگے بڑھتا اور کہتا۔ ہم رے ہم۔ اور جب قربانی کا وقت آیا تو کہنے لگا۔ ارے میں ہی بولتا جاؤں یا کوئی اور بھی بولے گا۔ یہی حال ہمارا ہے۔ جب بکرے کے گوشت کھانے کا وقت آتا ہے تو ہم کہتے ہیں ارے ہم رے ہم۔ اور جب بیٹے کی قربانی کا وقت آتا ہے تو ہم بھی اس پوربیے کی طرح یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ ارے کوئی اور بھی بولے گا یا ہم ہی بولتے چلے جائیں۔

ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کون سی قربانی تھی جس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ہر سال عید منائی جاتی ہے۔ کیا ہر سال اس لئے عید منائی جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی راہ میں بکرا قربان کیا تھا۔ بکرے کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے اور پھر وہ لوگ جو جنگل میں رہنے والے ہوں اور جن کا گزارہ ہی جانوروں پر ہو وہ تو بکرے کی کوئی حیثیت ہی نہیں سمجھتے بلکہ بکرے کی قربانی ان کی نگاہ میں انڈے سے بھی زیادہ حقیر ہوتی ہے انہیں انڈے کا میسر آنا زیادہ مشکل ہوتا ہے لیکن بکرا بڑی آسانی سے مل جاتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تو بائیبل سے پتہ لگتا ہے کہ ان کے کئی گلے تھے۔ اسی طرح ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے بھی کئی گلے تھے کئی نوکر انہوں نے رکھے ہوئے تھے اور جانور اس کثرت کے ساتھ ان کے پاس تھے کہ ان سے وادیاں بھر جاتی تھیں پس بکرے کی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے کچھ بھی مشکل چیز نہیں تھی جو چیز مشکل تھی وہ یہ تھی کہ بڑھاپے کے زمانہ میں پیدا ہونے والا اکیلا بچہ ان کے ہاں موجود ہے اور خدا کہتا ہے کہ اس بچے کو میری راہ میں قربان کر دو اور ابراہیم کہتا ہے کہ اے میرے رب میں اس کے لئے تیار ہوں۔ اور پھر وہ عملی طور پر چھری ہاتھ میں لے کر اسے ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

(خطباتِ محمود جلد دوم صفحہ ۳۱۰-۳۱۱)

:مرسلہ:
محمود سلیمان دارالعلوم غربی۔ ربوہ

- خاکسار کی والدہ محترمہ امۃ العزیز صاحبہ اہلیہ پیر رشید احمد ارشد مرحوم بعارضہ جگر و درد گردہ شدید بیمار ہیں۔
(ہارون الرشید ہاشمی۔ اقبال ٹاؤن لاہور)
- میری دادی جان مکرمہ رشیم بی بی صاحبہ ایک عرصہ سے شوگر کے مرض میں مبتلا ہیں۔
(رضوان احمد دارالرحمت وسطی۔ ربوہ)

احباب ان سب کے لئے دعا کریں۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکرم ڈاکٹر عبدالقادر صاحب مرحوم کا ذکر خیر

(از مکرم ملک ناصر الدین خان صاحب - لاہور)

جناب ڈاکٹر عبدالقادر صاحب جو نہ صرف میرے بہنوئی بلکہ میرے بھائی اور میرے دوست بھی تھے فیصل آباد میں ۱۶ جون ۱۹۸۴ء کو دن کے قریباً ایک بجے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے انتقال سے میں ایک عظیم اور مخلص دوست سے محروم ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے میرے درد کا مداوا کرے اور محترم ڈاکٹر صاحب کے درجات جنت الفردوس میں بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے آمین۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے تقریباً ۶۵ برس قبل ایک مخلص اور بزرگ احمدی کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام جناب قاری شیخ غلام مجتبیٰ تھا جو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کے رفقاء میں سے تھے۔ آپ کے سسر ڈاکٹر محمد طفیل صاحب بھی حضرت اقدس کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم ہائی سکول قادیان میں حاصل کی۔ اس کے بعد کیمبل کالج سے ایف ایس سی (پری میڈیکل) کیا۔ اس کے بعد پاکستان کے سب سے ممتاز میڈیکل کالج کے۔ ای میڈیکل کالج سے میڈیکل کی تعلیم حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب پورے تعلیمی دور میں شروع سے لے کر آخر تک کلاس میں ہمیشہ نمایاں پوزیشن حاصل کرتے رہے۔ ڈاکٹر بننے کے بعد کچھ عرصہ بطور ہاؤس سرجن کام کیا اس کے بعد کچھ عرصہ کے۔ ای میڈیکل کالج میں تدریس کے پیشے سے بھی منسلک رہے۔ پھر وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے لندن تشریف لے گئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد واپس وطن تشریف لے آئے۔ یہاں آکر انہوں نے مختلف جگہوں پر بطور ڈی۔ ایچ۔ او کچھ عرصہ کام کیا اس کے بعد ڈیرہ غازی خان، بہاول پور اور فیصل آباد کے سول ہسپتالوں میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز رہے۔

جب ڈاکٹر صاحب مرحوم شیخوپورہ میں بطور ڈی۔ ایچ۔ او کام کر رہے تھے اس وقت ان کی شادی ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب کی بیٹی مکرمہ طاہرہ خانم صاحبہ سے انجام پائی۔

مرحوم نہایت ہی خدا ترس، بااخلاق محنتی اور شریف انسان تھے۔ پنج وقتہ نمازی تھے اور روزے پابندی سے رکھتے تھے۔ اور اپنی اولاد کو بھی پنجوقتہ نمازوں کا عادی بنایا اور فجر کی نماز گھر پر باجماعت پڑھا کرتے تھے۔ آپ کو جب بھی موقع ملتا تہجد کی نماز ضرور پڑھتے اور رمضان میں باقاعدگی سے تہجد کی نماز ادا کرتے۔ اپنے انتقال سے چند دن قبل جب سحری کے وقت تہجد پڑھ رہے تھے تو آپ کی نماز معمول سے کچھ لمبی ہو گئی۔ یہاں تک کہ سحری کا وقت ختم ہونے والا ہو گیا۔ آپ کی بیگم صاحبہ نے آپ کو آواز دی کہ جلدی کیجئے ابھی آپ نے سحری کھانی ہے اور سحری کا وقت ختم ہونے والا ہے تو آپ نے نماز ختم کر کے ان سے کہا کہ اوہو یہ آپ نے کیا کیا میرا تو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ عطا کیا لیکن ان نعمتوں کی وجہ سے آپ میں کبھی غرور پیدا نہ ہوا بلکہ آپ نے ہمیشہ خدا کا شکر ادا کیا۔

آپ بہت ہی مخلص احمدی تھے۔ آپ نے بچپن ہی سے وصیت کی ہوئی تھی اور ہمیشہ وصیت کی ادائیگی وقت سے پہلے کر دیا کرتے تھے۔ جماعت کے سارے چندے باقاعدگی سے ادا کرتے اور ہمیشہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوشاں رہتے۔ آپ کی قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ اور چوتھے مظہر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے براہ راست ذاتی خط و کتابت تھی۔ مرحوم کو اکثر ان دونوں کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے خطوط آتے تھے آپ نہ صرف ایک مخلص احمدی تھے بہت ہی پرخلوص انسان بھی تھے اور ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے کہ ان کی ذات سے کسی کو تکلیف یا دکھ نہ پہنچے۔ آپ کی خدا ترسی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی وفات کے بعد چند مریضوں نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب ان کا معائنہ کرنے کے بعد نہ صرف ان سے فیس نہیں وصول کرتے تھے بلکہ مدد کے خیال سے ان کی جیب میں پیسے ڈال دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب دعاؤں پر بڑا یقین رکھتے تھے اور انہی دعاؤں اور محنت کے نتیجہ میں آپ نے سرجری میں نمایاں مقام حاصل کر لیا تھا اور آپ کا شمار نامور سرجنوں میں ہوتا تھا۔ آپ نے ڈاکٹری کو صرف پیشے کے طور پر نہیں اپنایا تھا بلکہ اپنے شدید شوق اور خدمت خلق کے جذبے کے تحت اس میں نام پیدا کیا۔

محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم بہت ہی شفقت کرنے والے باپ بھی تھے۔ آپ نے ہمیشہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی۔ آپ کے بچوں کو ہمیشہ ہی آپ کا ہر قسم کا تعاون حاصل رہا۔ چنانچہ آپ کی سب سے بڑی بیٹی عزیزہ مکرمہ نائلہ قادر صاحبہ نے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس میں امتیازی پوزیشن حاصل کی۔ دوسری صاحبزادی عزیزہ مکرمہ شہلا قادر صاحبہ نے ابھی ایم بی۔ بی۔ ایس کا امتحان دیا ہے۔ صاحبزادے عزیزم مکرم رضوان قادر صاحب آرمی میڈیکل میں ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کے فائنل ایئر میں ہیں اور سب سے چھوٹی صاحبزادی عزیزہ مکرمہ فائزہ قادر صاحبہ ایف ایس سی کے بورڈ کے امتحان میں دوم آئی تھیں۔ اور سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے جلسہ سالانہ کے موقع پر انعامی تمغہ حاصل کر چکی ہیں گویا کہ ڈاکٹر صاحب نے ہر لحاظ سے اپنے فرائض کو اچھی طرح ادا کرنے کی کوشش کی ہے

اللہ تعالیٰ ان کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور ان کی اولاد کو ان کی نیکیاں قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہر دم ان کا حامی و ناصر رہے۔ آمین۔

قرارداد تعزیت

ممبران مجلس وقف جدید حضرت سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ بیگم حضرت مرزا عزیز احمد صاحب مرحوم و مغفور رحمہما اللہ تعالیٰ کی رحلت پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔

مرحومہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے برادر نسبتی اور سلسلہ کے جید عالم حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ نہایت متواضع، ہمدرد خلائق اور منکسر المزاج خاتون تھیں۔ آپ کا وجود بہت نافع الناس تھا۔ آپ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ میں بطور نائب صدر، جنرل سیکرٹری، سیکرٹری تربیت و اصلاح، سیکرٹری خدمت خلق اور دیگر مختلف عہدوں پر ایک لمبے عرصہ تک خدمت سلسلہ بجا لاتی رہیں۔

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کو یتیموں اور غریبوں سے ہمدردی کا جذبہ اپنے بزرگوار والد سے ورثہ میں ودیعت ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو نیک، صالح اور اطاعت گذار اولاد سے نوازا اور آپ نے اپنی اولاد کی اس رنگ میں تربیت فرمائی کہ آپ کے بچے جماعت کے لئے مفید وجود ثابت ہوں۔ چنانچہ آپ کے ہر دو بیٹے مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ایم۔ اے ایڈیشنل ناظر اعلیٰ و ناظر خدمت درویشاں اور مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم۔ اے ناظر تعلیم و ممبر مجلس وقف جدید، واقف زندگی ہیں۔ اور خدا کے فضل سے خدمت سلسلہ میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

ممبران مجلس وقف جدید اس موقعہ پر حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور مرحومہ کی اولاد اور جملہ لواحقین کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ حضرت سیدہ مرحومہ کو اپنے قرب خاص اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آپ کی اولاد اور دیگر متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور انہیں آپ کی جملہ صفات حسنہ کا وارث بنائے۔ آمین

(ممبران مجلس وقف جدید)

دعائے مغفرت

محترم راجہ محمد نواز صاحب ٹھیکیدار آف چوآسیدن شاہ حال مقیم نیا محلہ جہلم کی اہلیہ محترمہ قضاء الٰہی سے مورخہ ۹/۷/۸۴ بوقت ۱۱ بجے قبل دوپہر جہلم میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! نماز جنازہ بعد نماز عشاء مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ جہلم نے پڑھائی اور تدفین کے بعد دعا مکرم و محترم منظور الحق پال ایڈووکیٹ امیر ضلع نے کروائی۔

مرحومہ کی یادگار چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ چاروں بیٹے مکرم راجہ مسعود احمد صاحب ٹھیکیدار، راجہ داؤد احمد صاحب، راجہ مقصود احمد صاحب اور راجہ محمود احمد صاحب جہلم میں مقیم ہیں۔ بیٹی مکرمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ محلہ دارالصدر غربی ربوہ میں مقیم ہیں

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(اللہ بخش صادق۔ ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعزیتی قرارداد

بر وفات مکرّم نواب مسعود احمد خان صاحب مرحوم

ہم ممبرات لجنہ مقامی ربوہ مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب کی وفات پر انتہائی دکھ اور غم کا اظہار کرتی ہیں۔

مکرم نواب زادہ صاحب بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے۔ خوش مزاج ملنسار، ہر ایک کے دکھ درد میں شریک اور دینی جذبہ اور غیرت رکھنے والے تھے۔ امام وقت سے والہانہ پیار تھا۔ اطاعت امام میں بے مثل نمونہ پیش کیا۔ ملنساری کا یہ حال تھا کہ بیماری کے دوران بھی سب عزیز و اقارب سے خود جا کر ملتے تھے۔ کبھی کسی کو ناراضگی کا موقع نہ دیا۔

نواب زادہ صاحب کی وفات پر اپنے پیارے امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ۔ بیگم صاحبہ نوابزادہ مسعود احمد خان صاحب آپ کے صاحبزادوں مکرم نواب مودود احمد خان صاحب مکرم نواب منصور احمد خان صاحب۔ آپ کی صاحبزادیوں مکرمہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ مکرمہ امۃ الواسع رعنا صاحبہ اور مکرمہ امۃ الناصر صاحبہ اور آپ کی ہمشیرگان مکرمہ بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب مکرمہ آصفہ بیگم صاحبہ بیگم ڈاکٹر مبشر احمد صاحب لاہور، مکرمہ بیگم صاحبہ مرزا شریف احمد صاحب سے دلی تعزیت کا اظہار کرتی ہیں اور آپ کے غم میں برابر کی شریک ہیں اور دعا کرتی ہیں کہ خداوند کریم آپ کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور سب اہل خاندان کا حافظ و ناصر ہو۔ صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ہم ہیں ممبرات لجنہ اماء اللہ ربوہ)

لاہور کالج برائے خواتین میں داخلے

لاہور کالج برائے خواتین لاہور میں ایم اے / ایم ایس سی (انگریزی۔ اکنامکس، فزکس، سیاسیات، سائیکالوجی۔ اسلامیات) کے داخلے مقررہ فارموں پر شروع ہیں۔ فارم کالج کے دفتر سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ درخواستیں جمع کروانے کی آخری تاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۸۴ء ہے۔ امیدواران اپنی درخواستوں کے ہمراہ کیریکٹر سرٹیفکیٹ اور سند وغیرہ کی مصدقہ نقول لگائیں۔ امیدواروں کا درج ذیل پروگرام کے تحت تحریری ٹیسٹ ہوگا:۔

فزکس، اکنامکس۔ اسلامیات: ۳۰ جولائی ۱۹۸۴ء

سائیکالوجی۔ سیاسیات۔ انگلش: ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء

نوید نذیر احمد

کمرہ ۱۲۱ ہوسٹل ۱۱ نیو کیمپس پنجاب یونیورسٹی لاہور

بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی میں داخلہ

بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی میں ایم اے / ایم ایس سی کے سال اوّل کے داخلے ۱۴ جولائی سے شروع ہیں۔ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ ۷ اگست ہے۔ جو طلباء و طالبات داخلہ لینے کے خواہشمند ہوں وہ مندرجہ ذیل شعبہ جات میں ۷ اگست تک فارم جمع کروا دیں:۔

فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، ریاضی، اردو، انگلش، شماریات، پولیٹیکل سائنس، ہسٹری، فارمیسی، ایم بی اے، اسلامیات، اکنامکس،

اور اپنے ساتھ مندرجہ ذیل اسناد کی تین تین فوٹو کاپیاں (مصدقہ) لیتے آئیں۔ میٹرک، ایف اے، بی اے، این سی سی، ڈومیسائل، میڈیکل سرٹیفکیٹ، کیریکٹر سرٹیفکیٹ،

مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں:۔

فیض الحق قمر

شعبہ ریاضی کمرہ ۷۲/۸ ابوبکر ہال۔ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان)

تحریک جدید کے لئے نمایاں وعدجات کی پیشکش

حال ہی میں خاکسار کو فیصل آباد جھنگ اور لاہور کی جماعتوں میں چندہ تحریک جدید کے سلسلہ میں سرسری دورہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ جن مخلصین نے اپنے سابقہ وعدوں میں اضافہ فرمایا ہے یا نئے وعدے پیش کئے ہیں بغرض دعا ان کے اسماء بعد شکریہ شائع کئے جا رہے ہیں۔ اس فہرست کے ساتھ جن احباب کرام نے خصوصی تعاون فرمایا ان کے اسماء بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بغرض دعا بھجوائے جا رہے ہیں۔

۱۔ مکرم میاں شریف احمد صاحب	جھنگ صدر	۱۰۰۰ مع اضافہ
۲۔ " رفیق احمد صاحب	" "	" " "
۳۔ " ماسٹر منیر احمد صاحب قائد ضلع جھنگ		۵۰۰/- نیا
۴۔ " چوہدری غلام دستگیر صاحب نائب امیر ضلع فیصل آباد		۵۰۰/- نیا
۵۔ " اخوند فیاض احمد صاحب لاہور چھاؤنی		۲۰۰۰/- مع اضافہ
۶۔ " میاں عبدالواحد صاحب دہلی گیٹ لاہور		۶۴۰/- نیا
۷۔ " نصیر خان صاحب راج گڑھ لاہور		۵۵۰/- نیا
۸۔ " چوہدری بشیر احمد صاحب وڑائچ لاہور		۵۰۰/- نیا
۹۔ " " انور علی صاحب لاہور		۵۰۰/- نیا

(وکیل المال اول تحریک جدید)

فضل عمر ہسپتال میں آسامیاں خالی ہیں:

فضل عمر ہسپتال میں درج ذیل آسامیاں خالی ہیں۔ ان پر کام کرنے کے خواہشمند احباب و بہنیں اپنی جماعت کے صدر صاحب کی تصدیق کے ساتھ درخواستیں ارسال فرمائیں۔

(۱) OBSTETRICS REGISTRAR. زنانہ امراض میں تجربہ رکھنے والی ایم بی بی ایس لیڈی ڈاکٹر۔

(۲) ہاؤس سرجن۔ سرجیکل سپیشلسٹ کے ساتھ کام کرنے کے لئے نئے پاس شدہ ایم بی بی ایس ڈاکٹرز

(۳) سٹاف نرسز اور میل نرسز، متعدد آسامیاں اسٹاف نرس کے ڈپلومہ ہولڈر درخواست دیں۔

تنخواہ اور دیگر مراعات حسب لیاقت و استعداد دی جائیں گی۔

(چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

شرائط انعامی مقابلہ مقالہ نویسی برائے ممبرات لجنہ

شرائط مقالہ:۔

۱۔ حجم مقالہ:۔ ۵۰۰۰ الفاظ (پانچ ہزار الفاظ)

(۲) خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف لکھا ہو۔ فل سکیپ کاغذ پر ہو۔

(۳) کتب زیر مطالعہ کی فہرست درج ہو۔

(۴) حوالہ جات مکمل درج ہوں۔ یعنی کتاب کا نام مصنف کا نام اور صفحات کا نمبر وغیرہ۔

(۵) اغلاط سے پاک ہو۔ زبان عمدہ ہو۔ گیٹ اپ اچھا ہو۔

(۶) مقالہ کے آغاز میں عناوین درج ہوں جن کے تحت مقالہ درج کیا گیا ہو۔

(۷) صدر کی تصدیق ہو کہ مقالہ خود لکھا گیا ہے۔

(۸) مقالہ مرکز میں موصول ہونے کی آخری تاریخ یکم ستمبر ہے۔

(۹) انعام اوّل، دوم، سوم بالترتیب ۳۰۰/- دو سو روپے ۲۰۰/- روپے۔ اور یکصد روپیہ ہوگا۔

نوٹ:۔ جو مقالہ ان شرائط کو پورا نہ کریگا وہ بغیر پڑھے واپس کر دیا جائے گا۔

(سیکرٹری تعلیم لجنہ اماء اللہ مرکزیہ)

ہر صاحب استطاعت احمدی کا فرض ہے کہ الفضل خود خرید کر پڑھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امراء اضلاع جماعت احمدیہ توجہ فرمائیں

ایک بار پھر بطور یاددہانی آپ کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ میٹرک کے امتحان کا نتیجہ نکل چکا ہے۔ لیکن گزشتہ سال ۱۹۸۳ء کی نسبت اس سال ابھی تک بہت کم درخواستیں جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے موصول ہوئی ہیں اور زیادہ سے بھی بعض کی طرف سے نتیجہ میٹرک کی اطلاع دفتر ہذا کو نہیں ملی۔

گزشتہ سال ۱۹۸۳ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۵۵ پاکستانی طالب علم جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے منتخب ہوئے تھے۔ ہر سال سلسلہ کی ضرورت کے پیش نظر اس سال اس سے زیادہ داخل ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قبل ازیں جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے درخواستوں کے موصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ جون مقرر کی گئی تھی لیکن اب اس میں ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء تک توسیع کر دی گئی ہے۔ تاکہ آپ اس بارہ میں مزید تحریک اور کوشش فرما سکیں۔

امید ہے آپ ازراہ مہربانی اپنے حلقہ کے میٹرک، ایف۔ اے، بی۔ اے اور ایم۔ اے پاس ذہین ہونہار دین کی خدمت کا شغف رکھنے والے مخلص نوجوانوں میں وقف زندگی اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی تحریک کی طرف خصوصی توجہ فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

اور اپنے حلقہ سے زیادہ سے زیادہ طلباء کو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے بھجوانے کی کوشش فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے انٹرویو انشاء اللہ ۲۷ اگست ۱۹۸۴ء کو ہوگا۔ لیکن درخواستیں مقامی جماعت کے امیر یا صدر کی وساطت سے ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء تک وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ میں پہنچ جانی چاہئیں۔

جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے اصولاً امیدوار کی عمر ۱۷ سال یا اس سے کم اور تعلیم کم از کم میٹرک سیکنڈ ڈویژن (۴۵٪) ہونا ضروری ہے۔ ایف۔ اے، بی۔ اے اور ایم۔ اے پاس کے لئے عمر اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے سلسلہ کی مقبول خدمت کی توفیق ہمیشہ عطا فرماتا رہے اور ہم سب کی حقیر کوششوں میں برکت ڈالے۔

(وکیل الدیوان)

گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلے

گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم اے / ایم۔ ایس سی (باٹنی کیمسٹری، ریاضی، فزکس، زوالوجی، انگلش، تاریخ، سائیکالوجی، سیاسیات، اکنامکس، فارسی، فلاسفی) کے داخلے شروع ہیں۔ درخواستیں جمع کروانے کی آخری تاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۸۴ء ہے اس تاریخ کو امیدوار کی عمر ۲۶ سال سے زائد نہیں ہونی چاہیئے۔ سٹیمری ٹیسٹ اور انٹرویو بھی ہوگا۔ اپنی درخواست کے اوپر اپنی ایک تازہ تصویر بھی لگانی ہوگی۔

(نوید نذیر احمد کمرہ ۱۲۱، ہوسٹل ۱۱ نیو کیمپس پنجاب یونیورسٹی لاہور)

جپسم پلاسٹر / سٹاک موجود ہے

اندرونی دیواروں اور چھتوں کے پلستر اور چنائی کے لئے دستیاب ہے:

اب تک اندرونی پلستر اور چنائی کے لئے استعمال ہونے والا روایتی میٹریل سیمنٹ تھا۔ لیکن اب ایک اعلیٰ پلاسٹر "جپسم پلاسٹر" دستیاب ہے۔ اپنے دوسرے فوائد کے علاوہ جپسم پلاسٹر باکفایت بھی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بادل ایسی سفید، سنگ مرمر کی طرح ملائم، مگر چٹان کی طرح سخت سطح تیار ہو جاتی ہے۔ ریت شامل کرنے کی ضرورت نہیں نہ ہی ترائی کا طویل عمل درکار ہے۔

طارق محمود اینڈ کمپنی، بلڈنگ میٹریل ڈیلرز بالمقابل گلبرگ شوز ہاؤس رحمت بازار ربوہ

مالی قربانی اخلاص کے مطابق پھل لاتی ہے

سیدنا حضرت فضل عمر فرماتے ہیں:۔

"مومن کی قربانی اس بیج کی طرح ہوتی ہے جو کہ پھولتا پھلتا اور بار بار پھل لاتا ہے اگر ایک شخص اخلاص کے ساتھ "تحریک جدید" میں حصہ لیتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ آئندہ سال اسے پہلے سے زیادہ قربانی کی توفیق ملے۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نئے تقاضوں کے پیش نظر بڑھ چڑھ کر قربانی پیش کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

(وکیل اعمال اوّل)

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں داخلہ:

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں ایم اے / ایم۔ ایس سی کے درج ذیل شعبہ جات میں داخلے شروع ہیں:۔

(۱) کیمسٹری (۲) شماریات (۳) فزکس (۴) ہسٹری (۵) عربی (۶) تاریخ اور مطالعہ پاکستان (۷) اسلامیات (مع تفسیر۔ حدیث اور فقہ) (۸) انگلش (۹) اکنامکس (۱۰) اردو اور

(۱) ایف۔ ای۔ ایل (صبح و شام) (۱۱) لائبریری اور انفارمیشن سائنس (ڈپلومہ)

داخلہ فارم معہ پراسپکٹس حبیب بنک اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے دستیاب ہیں۔ فارم داخلہ جمع کروانے کی آخری تاریخ ۱۶ اگست بروز جمعرات ہے۔ مزید معلومات کیلئے:۔

(۱) ندیم خالد رانا ہوسٹل ۳ ابوبکر غزنوی ہال
۳۱/A سٹلائٹ ٹاؤن بہاولپور

(۲) محمد افضل صادق۔ پی ادیکس ۱۸ بہاولپور

بقیہ صفحہ اوّل

رہنے کا باعث ہوتی ہے اور انسان متقی بنتا ہے اور تقویٰ سے محبت الٰہی میں ترقی ہوتی ہے۔ پس خشیت سے گناہ سے بچے اور محبت سے نیکیوں میں ترقی کرے تب بیڑا پار ہوتا ہے اور مامور من اللہ کے ساتھ ہو کر اللہ تعالیٰ کے غضبوں سے جو زمین یا آسمان سے نکلتے ہیں محفوظ ہو جاتا ہے۔"

(خطبات نور جلد اوّل صفحہ ۱۱۵)

بازیافتہ گھڑی

ایک سونے کی گھڑی عید کے روز لنگر خانہ ۱ کے سامنے سڑک سے ملی تھی جن صاحب کی ہو پتہ ذیل سے حاصل کریں۔

حاجی بشیر احمد محافظ خاص
دفتر پرائیویٹ سیکرٹری

خالد سٹیٹری ورکس

سامان سٹیٹری فٹنگ، پی۔ وی سی پائپ، جی آئی پائپ۔ آر سی سی سوئی گیس فٹنگ دستیاب ہے:

خالد سٹیٹری ورکس
کالج روڈ ربوہ

(پروپرائٹر:۔ ریاض احمد خان)

fly the British way
We'll take more care of you.

INFORMATION OFFICE PHONE : 493
British airways
AL-MAHMUD
AQSA ROAD, RABWAH.